تھائی لینڈ کے وزیر خارجہ چار روزہ بھارت دورے پر

ایم این این

نئی دہلی ؍؍؍ تھائی لینڈ کے وزیر خارجہ ماریس سنگیا مپونگسا آج 31 اکتوبر کو ہندوستان پہنچے۔ وہ 3 نومبر تک بھارت کے دورہ پر رہیں گے۔ وزارت خارجہ کے ایک بیان کے مطابق یہ سفر دونوں ممالک کے درمیان دیرینہ سفارتی تعلقات کی نشاندہی کرتا ہے، جو 1947 میں باضابطہ طور پر قائم ہوئے تھے۔ ہندوستان میں سنگیا مپونگسا کا سفر نامہ 31 اکتوبر کو رات 00:11 بجے نئی دہلی پہنچنے کے بعد اندرا گاندھی بین الاقوامی ہوائی اڈے پر اترنے سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد، وزیر تھائی لینڈ اور ہندوستان کے درمیان پہلے سے مضبوط دوطرفہ تعلقات کو بڑھانے کے مقصد سے ملاقاتوں کی ایک سیریز میں مشغول ہونے والے ہیں۔ اگلے دن، یکم نومبر، وزیر کو دہلی میں مصروفیات کے بھرے شیڈول میں حصہ لیتے ہوئے دیکھیں گے۔ ان کے دورے کا مرکزی نقطہ ہندوستان کے وزیر خارجہ ایس جے شنکر کے ساتھ 2 نومبر کو صبح 30:11 بجے ایک اہم ملاقات ہوگی۔ ساؤتھ بلاک میں ہونے والی یہ میٹنگ دوطرفہ تعاون کے مختلف پہلوؤں پر بات چیت کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرے گی۔ پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ اس اہم سفارتی تبادلے کے موقع پر سرکاری مقاصد کے لیے تصویر کے موقع کا اہتمام کیا گیا ہے۔ 3 نومبر کو، سنگیا مپونگسا اپنے دورے کا اختتام صبح 30:3 بجے روانگی کے ساتھ کریں گے، جس کا مقصد تھائی لینڈ اور ہندوستان کے درمیان مضبوط تعلقات کو مضبوط بنانا ہے۔ ہندوستان اور تھائی لینڈ کے درمیان تاریخی طور پر گرمجوشی سے دوطرفہ تعلقات رہے ہیں، دونوں ممالک 2022 میں اپنے سفارتی تعلقات کی 75 ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ یہ تعلقات تجارت اور سرمایہ کاری، دفاع اور سلامتی، رابطے، ثقافت اور سیاحت، تعلیم، سائنس پر مشتمل کثیر جہتی شراکت داری میں تبدیل ہوئے ہیں۔ تھائی لینڈ کی "ایکٹ ویسٹ" پالیسی ہندوستان کے "ایکٹ ایسٹ" پہل کی تکمیل کرتی ہے، جس سے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات مزید مضبوط ہوتے ہیں۔ تھائی لینڈ بھی ہندوستان کے سمندری پڑوسی کے طور پر خدمات انجام دے رہا ہے، اس دورے سے مختلف محاذوں پر تعاون کو گہرا کرنے اور باہمی مفاہمت کو بڑھانے کی امید ہے۔

پاکستان میں بھیک مانگنے کے بحران کے پیچھے غربت، بے روزگاری، تعلیم کی کمی

ایم این این

اسلام آباد ؍؍؍ سعودی حکومت کی جانب سے اسلام آباد کو حجاج کی آڑ میں پاکستان سے بھکاریوں کے سیلاب پر لگام لگانے کے لیے خبردار کرنے کے بعد حال ہی میں پاکستانی سمیت بھکاریوں کو عالمی خبروں میں نمایاں کیا گیا تھا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ پاکستانی بھکاری حج اور عمرہ زائرین میں خلل ڈال سکتے ہیں۔ یہ دونوں مقامات دنیا بھر میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے سب سے مقدس ہیں۔ پاکستان میں بھیک مانگنا اب ضرورت نہیں رہی بلکہ اکنامک ٹائم کے مطابق پاکستان میں ایک پیشہ بن گیا ہے۔ جہاں سماجی اور مذہبی اصولوں، حکومتی بے حسی اور بڑھتی ہوئی بے روزگاری کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے، وہیں سب سے بڑی وجہ غربت ہے جس کی وجہ سے والدین اپنے بچوں کو اس غیر انسانی سرگرمی میں گھسیٹ رہے ہیں۔ پاکستان میں گزشتہ چند برسوں میں غربت میں اضافہ ہوا ہے جبکہ صارفین کی افراط زر 10 سے 30 فیصد کے قریب منڈلا رہی ہے۔ لاہور سکول آف نرسنگ کی ریسرچر رضیہ بیگم کی ایک رپورٹ پڑھتی ہے، ’’بے روزگاری بھی ان عوامل میں سے ایک ہے جو لوگوں کو بھیک مانگنے پر مجبور کرتی ہے کیونکہ ان کے پاس اپنی کفالت کے لیے کافی ذرائع نہیں ہیں۔‘‘ پنجاب یونیورسٹی کے ایک محقق عمران خان نے اپنے سروے میں پایا کہ لوگوں کے بھیک مانگنے کی ایک بڑی وجہ بے روزگاری ہے۔ اسلام آباد کی رہائشی عشاء صادق نے معاشی مشکلات، مذہبی کشیدگی، اور بھیک مانگنے کے لیے ضروری اشیاء کی بڑھتی ہوئی کمی کو ایک بحران کی شکل دینے پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ "قوم کا بھکاری مسئلہ بے روزگاری، کم تعلیم کی سطح، اور ناکافی سماجی تحفظ کے جال جیسے مسائل سے پیچیدہ طور پر جڑا ہوا ہے۔ لاہور میں مقیم پولیٹیکل سائنس کے پروفیسر رسول بخش رئیس کہتے ہیں کہ جب کہ پاکستان میں بھیک مانگنے کی روک تھام کے لیے سخت قانون موجود ہے، حکومت نے مشکل سے اس کے نفاذ کو یقینی بنایا ہے، جس کی وجہ سے بھیک مانگنا ایک منافع بخش، غیر سماجی عناصر کے منظم کاروبار میں تبدیل ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "شہری مراکز میں جہاں بھیک مانگنا زیادہ منافع بخش ہے، انفرادی فری لانسنگ ممکن نہیں ہے، کیونکہ شہر کے مراکز اور ٹریفک کراسنگ ایک منظم مافیا قسم کے نظام کے ذریعے کنٹرول کیے جاتے ہیں جسے طاقتور مالکان چلاتے ہیں۔ پاکستان میں بھیک مانگنے والے مافیا بچوں کو اغوا کرنے اور ان کے جسم کے اعضاء کو مسخ کر کے انہیں بھیک مانگنے کے لیے تیار کرنے کا سہارا لیتے ہیں۔ لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز کے محمد فیضان اختر نے کہا کہ اس کے باوجود حکومتی ادارے اس حساس مسئلے کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

نیوزی لینڈ کے حکام کی آئندہ خالصتان ریفرنڈم پر سخت نگرانی

ایم این این

ویلنگٹن ؍؍؍ ہندوستان کے اندر ایک آزاد سکھ وطن کی وکالت کرنے والا ایک مجوزہ غیر پابند ریفرنڈم نیوزی لینڈ کی حکومت کی طرف سے کڑی جانچ کے تحت ہے۔ جبکہ امریکہ میں قائم تنظیم سکھس فار جسٹس (SFJ) کے کارکنوں نے آکلینڈ میں رائے شماری کرانے کی کوششیں تیز کر دی ہیں۔ اوتار سنگھ پنن، ایس ایف جے کے صدر، پورے آکلینڈ میں گرودواروں کا دورہ کرتے ہوئے ریفرنڈم کی حمایت کو متحرک کر رہے ہیں۔ تحریک، جسے ایس ایف جے نے پہلے آسٹریلیا، برطانیہ اور کینیڈا کے شہروں میں منظم کیا ہے، اس کا مقصد 17 نومبر کو آکلینڈ میں آئندہ ریفرنڈم کا انعقاد کرنا ہے۔ 19 اکتوبر کو، پنن نے تاکانینی سے ایڈن ٹیرس میں ہندوستانی قونصل خانے کے عارضی مقام تک ایک متنازعہ کار ریلی کی قیادت کی۔ ریلی نفرت انگیز تقریر اور ہندوستانی قومی پرچم کی بے حرمتی کے الزامات سے متاثر ہوئی، ایسے اقدامات جنہوں نے سکھ کارکنوں اور ہندوستانی حکومت کے درمیان کشیدگی کو بڑھا دیا ہے۔

ایک مضبوط بھارت کے لیے سردار پٹیل کا آئیڈیا وزیر اعظم نریندر مودی حکومت کی ملک کی تعمیر کی مخلصانہ اور نئی کوششوں سے امر ہو گیا: سربانند سونووال

ایم این این

نئی دلی ؍؍؍ بندرگاہوں، جہاز رانی اور آبی گزرگاہوں کی وزیر سربانند سونووال نے ’راشٹریہ ایکتا دوس‘ (قومی یوم اتحاد) منایا جبکہ تمام تنظیموں نے ورچوئل طور پر پروگرام میں شرکت کر کے اتحاد، سالمیت اور سلامتی کو برقرار رکھنے کا عہد لیا۔ مرکزی وزیر نے پروگرام میں ورچوئل طور پر شامل ہزاروں ساتھیوں کو اس کا عہد دلایا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے، جناب سونووال نے کہا، ’’ایک مضبوط بھارت کے لیے سردار ولبھ بھائی پٹیل کے خیال کو ایک دہائی سے زیادہ عرصے سے نریندر مودی کی قیادت والی حکومت کی جانب سے ملک کی تعمیر کی مخلصانہ اور نئی کوششوں نے امر کر دیا ہے۔ پی ایم مودی نے قومی شعور کو متاثر کرنے اور اسے ملک کو متحد کرنے کے لیے استعمال کرنے کے لیے انتھک محنت کی ہے۔ ’سب کا ساتھ، سب کا وکاس‘ کا فلسفہ سردار پٹیل کی تمام شاہی ریاستوں کو ایک مضبوط قوم کے لیے طاقت میں شامل کرنے کی کوشش کے مترادف ہے۔ سردار پٹیل کی بے لوث اور بہادرانہ کوششوں سے رکھی گئی اس مضبوط بنیاد پر ملک ’ایک بھارت، شریشٹھ بھارت‘ کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سردار پٹیل کی طرف سے بتائی گئی راہ وہی ہے جسے پی ایم نریندر مودی جی نے ملک کی ایک جامع ترقی کی طرف لے جانے کے لیے اپنایا ہے۔ میں سردار پٹیل کی اس عظیم شخصیت کو ایک مضبوط ملک کی تعمیر میں ان کے انمول شراکت کے لیے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔‘‘ تقریب کا آغاز مرکزی وزیر جناب سونووال کے ذریعہ تقریب میں سردار ولبھ بھائی پٹیل کی تصویر کو پھول چڑھا کر ’پد پوجا‘ کے ساتھ ہوا۔ اس تقریب میں ایم او پی ایس ڈبلیو کے مرکزی وزیر مملکت شانتنو ٹھاکر نے شرکت کی۔ سابق مرکزی وزیر مملکت اور ایم پی (راجیہ سبھا)، رامیشور تیلی؛ آسام حکومت میں وزیر، جوگین موہن؛ اے آئی ڈی سی کے چیئرمین اور ایم ایل اے، ڈبروگڑھ، پرسنتا فوکن، چبوا کے ممبر اسمبلی پوناکن بروا، ایم او پی ڈبلیو اے کے سکریٹری، ٹی کے رام چندرن، ڈبروگڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، پروفیسر جیتن ہزاریکا، پرنسپل، آسام میڈیکل کالج، پروفیسر سنجیب کاکاتی، ڈبروگڑھ میونسپل کارپوریشن (ڈی ای سی) کے میئر، ڈاکٹر ساکت پاترا اور دیگر معززین نے شرکت کی۔

چینی پولیس نے شنگھائی میں ہالووین منانے والوں کو نشانہ بنایا

ایم این این

شنگھائی (چین) ؍؍؍ پولیس کے بھاری ردعمل نے شنگھائی میں ہالووین کی تقریبات کو روک دیا ہے، جسے بہت سے لوگوں نے بڑے عوامی اجتماعات اور اظہار رائے کی آزادی کو روکنے کی حکام کی کوشش کے طور پر دیکھا ہے۔ عینی شاہدین نے بی بی سی کو بتایا ہے کہ انہوں نے پولیس کو شنگھائی کی سڑکوں پر لباس زیب تن کرنے والوں کے ہجوم کو منتشر کرتے دیکھا، جبکہ بظاہر گرفتاریوں کی تصاویر سوشل میڈیا پر پھیل چکی ہیں۔ حکام نے ابھی تک کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔ اگرچہ ہالووین کی تقریبات پر پابندی کا کوئی باضابطہ نوٹس نہیں آیا ہے، اس مہینے کے شروع میں ممکنہ کریک ڈاؤن کی افواہیں آن لائن گردش کرنے لگیں۔ یہ شنگھائی میں ہالووین کے جشن منانے والوں کی چینی حکومت اور اس کی پالیسیوں کا مذاق اڑانے والے ملبوسات عطیہ کرنے پر وائرل ہونے کے ایک سال بعد ہوا ہے۔ پچھلے سال کے ہالووین ایونٹ کی تصاویر میں لوگوں کو ایک دیو ہیکل سرویلنس کیمرہ، کووڈ ٹیسٹرز، اور سینسر شدہ ویبو پوسٹ کے طور پر ملبوس دکھایا گیا تھا۔ اس سال، سوشل میڈیا پر پوسٹ کی گئی فوٹیج میں لوگوں کو بظاہر غیر متنازعہ ملبوسات میں ملبوس دکھایا گیا، جن میں مزاحیہ کتاب کے کردار جیسے کہ بیٹ مین اور ڈیڈ پول، پولیس وین کے پیچھے لے جایا جا رہا ہے۔ آن لائن پارٹی میں جانے والے کچھ لوگوں نے بتایا کہ انہیں پولیس اسٹیشن میں میک اپ اتارنے پر مجبور کیا گیا۔ لیکن یہ ابھی تک واضح نہیں ہے کہ پولیس کس قسم کے ملبوسات کو نشانہ بنا رہی تھی، جیسا کہ بہت سے دوسرے میلے کرنے والوں کو تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔ عینی شاہدین نے بی بی سی چینی کو بتایا ہے کہ جمعہ کے روز شنگھائی کے مرکز میں جولو روڈ پر بڑی تعداد میں پولیس افسران اور گاڑیاں جمع ہوئیں اور ملبوسات میں ملبوس لوگوں کو جائے۔

’اردو زبان و ادب کے فروغ میں دبستان مرشد آباد کا کردار‘

دبستان کا لفظ ادبی اصطلاح کے طور پر شروع ہی سیاستعمال ہوتا رہا ہیاور عام طور سے مدرسہ فکریا مکتب فکر کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کیلئے اسکول آف تھاٹلفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ مخصوص شعری نظریات اور رجحانات ایک دبستان کو جنم دیتیہیں یعنی جب کسی مخصوص دور اور خطے کے ادیب اور شاعر اپنے دور کیتہذیبی، سیاسی وثقافتی حالات، فکرونظریات، رجحانات، طرز بودوباش اور سماجی اقدار سیشعوری طور پر متاثر ہوکر کوئی ادب (چاہے وہ شاعری میں ہو یا نثر میں) تخلیق کرتے ہیں تو ایک دبستان وجود میں آتا ہے۔ اسی بنیاد پر اردو شاعری کو متعدد دبستانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اور ہر ایک دبستان کی منفرد عوامل اور عناصر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ جب ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ دبستان کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے تو ہمارے ذہن میں دبستان دہلی اور دبستان لکھنؤ کا نام سب سیپہلیآتا ہے، کیونکہ دبستان کی بحث سب سیپہلیانہیں دو دبستانوں کے شعرو ادب کا موازنے کیذریعیشروع ہوتی ہیاور اسی بنیاد پر یہ کہا جاسکتاہیکہ ان دونوں دبستانوں کواردو شاعری کے لحاظ سیمستقل (اہم مقام) حیثیت حاصل ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہماری کلاسکی شاعری کا بیشتر سرمایہ دبستان دہلی اور دبستان لکھنوکی مرہون منت رہی ہے، تاہم یہ دونوں دبستانیں ہماری تمام اردو شاعری کا احاطہ نہیں کرتیں ہیں۔ اردوشاعری کا دور چودھویں صدی عیسوی سیلے کر بیسویں صدی عیسوی تک پھیلا ہوا ہے اوراردو شاعری اپنی تمام ترعنائیوں کیساتھ اکیسویں صدی میں بھی اپنے سفر کوجاری رکھی ہوئی ہے۔ ہم یہاں دبستان دہلی اور لکھنو سے قطع نظر دوسرے دبستانوں کی بات کریں جن میں اردوشاعری کے مختلف مراکز شامل ہیں اور جہاں شعرو ادب کی محفلیں آباد ہوئیں۔ ان مراکز میں رام پور، عظیم آباد، ، بھوپال، مرشدآباد، حیدرآباد، لاہور اور کراچی وغیرہ قابل ذکر مراکز شامل ہیں۔ ان میں سیبعض شہر ایسے تھے جنہیں اس دور میں بھی علمی وادبی مراکز کی حیثیت حاصل تھی جب دہلی اور لکھنؤ اپنے شباب پر تھا اوران میں بعض شہروں کی رونق اس وقت بڑھی جب یہ دونوں دبستانیں انقلاب زمانہ کی زد میں آئیں اور وہاں کے ادبا وشعرا دوسری دبستانوں کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ ان دبستانوں میں ایک اہم نام مرشدآباد کا بھی ہے۔ جہاں پرسینکڑوں شعرا انقلاب زمانہ کے بعد اس شہر میں تشریف لائیاور شہر مرشدآباد نے ان شعرا کواپنے پلکوں پہ بٹھایا۔

مرشداباد بنگال بہار اوراڑیسہ کی سابق راجستھانی اور ایک قدیم تاریخی شہر ہیاردو شعروادب کی ترقی میں دبستان مرشدآباد کی اہمیت مسلم ہے اوراس کی اہمیت سے کوئی بھی شاعروادیب انکارنہیں کرسکتا۔ مرشدآباد بھاگیرتھی ندی کے مشرقی کنارے اور کلکتہ کے شمال میں واقع ہے۔ یہ شہر پہلے مقصودآباد کے نام سے مشہور تھالیکن اس شہر کا موجودہ نام مرشدآباد (مرشدقلی خاں کینام سیمنسوب) ہے۔ جو بنگال کیدیوان اور بعد میں گورنر مقرر ہوئے، اورجنہوں نیڈھاکہ (موجودہ بنگلہ دیش کی راجدھانی) سیدارالحکومت بدل کرم 1713 مرشدآباد کواپنا دارالحکومت بنایا۔ لیکن 1772ء میں ایک بار پھر کلکتہ کو بنگال کا دارالحکومت بنایا گیا، جو 1912ء تک پورے برصغیر کا دارالحکومت رہا۔ 1772ء سے 1912ء تک بے شمار اردو دانشوروں اور شاعروں نے مرشدآباد اور کلکتہ میں قیام کیا۔ مرشد قلی خان، شجاع الدین خاں اور علی وردی خان کی حکومت کے دوران مرشدآباد، عظیم آباد، ہگلی اور ڈھاکہ جیسے مقامات مسلم تہذیب وثقافت اور فارسی شعروادب کینمایاں مراکز بن گئے۔ مرشد قلی خاں فارسی زبان وادب کے ایک اچھے شاعر تھےاور سرشار؟ تخلص رکھتے تھے۔ محمد فقیہ دردمند (1747) نے علی وردی خان کی سرپرستی میں اردشاعری کی ابتدا کی۔ نواب سراج الدولہ (1733-1757) نے اردو اورفارسی شعروادب کی سرپرستی کی، قدرت اللہ قدرت اور فرحت اللہ فرحت جیسے شاعران کے دربار سے وابستہ تھے۔ میر شرف جواس دور کیا یک اہم شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے تھے انہیں میر جعفر (1765) کی سرپرستی حاصل تھی۔ عربی، فارسی اوراردو زبان میں بے شمار قیمتی اور قدیم نسخے آج بھی نواب محل کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ مرشدآباد میں اٹھارہویں صدی کے آخر میں انشاء اللہ خاں انشانیاردو شاعر وادیب کی حیثیت سیشہرت حاصل کی۔ انہوں نے فارسی زبان میں دریائے لطافت کے نام سیاردو گرامر لکھا اس کتاب کی اہمیت سیکوئی بھی انکارنہیں کرسکتا۔ آج بھی اردو حلقے میں اس کتاب کی اہمیت مسلم ہے۔

ڈاکٹر سید جینیفر رضوی
لالہ باغ، مرشد آباد

18 ویں صدی کے اوائل سے ہی ہندوستان اور بیرون ملک سے مختلف نسل ونژادت کے لوگ مختلف مقاصد کے تحت بالخصوص ملازمت اور تجارت کے لیے یہاں اکر بسنے لگے بڑے بڑے تاجر یہاں اکر سکونت پزیر ہونے لگے مرشداباد میں اج بھی مختلف نسل و مذہب کے لوگ بسے ہوئے ہیں- شہر کی نو سو مسجدیں اور تین سو مندر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مرشداباد میں اس وقت کثیر ابادی تھی نیل اور ریشم کی کاشت اور تانبہ اور کانسہ کی برتن سازی میں اس شہر کا کوئی ثانی نہیں تھا- اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر ایک عظیم تجارتی مرکز تھا۔ یورپ کی تاجر کی امد سے یہاں تجارتی کوٹھیاں قائم ہونے لگی تھیں- تجارت کیعلاوہ ادب ثقافت، مصوری، ہندوستانی کلاسکی موسیقی اور مغل پینٹنگ میں بھی اس شہر کو بڑا اعروج حاصل تھا-

مرشدقلی خاں کی آمد سیشہر مرشدآباد کی ترقی میں اضافہ ہوتا چلا گیااور اس کی شہرت پورے ہندوسان میں پھیل گئی۔ چونکہ مرشدقلی خان خود ہی ایک تعلیم یافتہ اور مذہبی شخص کے ساتھ ساتھ علم وادب کا اچھا خاصہ ذوق بھی رکھتے تھے اور شاعروں کی قدردانی کرنا بھی جانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دوسرے صوبے کے ادبا وشعرا مرشدآباد کا رخ کرنے لگے۔ اس زمانے میں سینکڑوں کی تعداد میں دوسری ریاستوں سے ادبا وشعرا تشریف لائے۔ آگے چل کر یہ شہر ایک دبستان کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے، جہاں پر دہلی لکھنؤ ، بھوپال اور عظیم آباد جیسے ادبی دبستانوں سیبے شمار اہل علم اور اہل قلم حضرات تشریف لائے۔ ان ادبا وشعرا کے اہم ناموں میں قدرت، دردمند فقیہ، امانی، دانا، ندیم، ولی، فغاں، ہمدم، ندا، ماشاء اللہ خان مصدر وغیرہ کا نام شامل ہیں۔ ان شعرا کیکلام اوران کی حوصلہ افزائی کی وجہ سیمقامی ادبا وشعرا کو آگے آنے میں مدد ملی اوراردوشاعری بہت تیزی کے ساتھ آگے کی طرف گامزن ہوئی۔ درج بالا شعرا کے علاوہ بھی بہت سارے ایسے شعرا وادبا ہیں جنہوں نے اپنے کلام سے دبستان مرشدآباد کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

بقول ڈاکٹر رضاعلی خاں:

"نواب علی وردی خان کے بڑے داماد نوازش محمد خان کو بھی جو بنگال کے دیوان تھے، شعروادب کا شستہ مذاق تھا۔ انھوں نیمرزا ظہورعلی خلیق کو بادشاہ محمد شاہ کیعہد حکومت میں دہلی سے مرشدآباد بلالیا تھا۔ مرزا ظہورعلی اس عہد کے مشہور مرثیہ گو اور مرثیہ خواں گذرے ہیں۔ نواب سراج الدولہ، نواب میر جعفر اور نواب میر قاسم کے عہد حکومت میں مرشدآباد ثقافت وادب کا مشہور مرکز بن گیا تھا۔" (مرشدآباد: اردو کا ایک قدیم مرکز، ص ۸۲-۹۲، سن ۲۰۰۲ء)

اس طرح مرشداباد کی سرزمین بے شمار شعرااور ادبا اور فنکاروں اور مصوروں سے مالا مال ہوگئی اور مرشداباد ادب و ثقافت کا ایک عظیم مرکز بن گیا اور دبستان اردو کی حیثیت سے اس کی پہچان بن گئی۔ اردو کا چمن لالہ زار ہوگیا اوراردو زبان اتنی پھولی پھلی کہ لوگ بلا تفریق مذہب وملت اردو کو اپنی زبان کہنے پر ناز کرنے لگے- صرف یہی نہیں غیر مسلم طبقہ سے بھی اچھے اچھے شعرا وادبا اوراساتذہ فن پیدا ہونے لگے نوابین نے بھی زبان و ادب کی سرپرستی میں کوتاہی نہیں کی- شہر مرشدآباد میں اردوزبان وادب کے ترقی میں مقامی ادبا وشعرا کے علاوہ بیرونی شعرااودبا کا کردار بھی نہایت اہم رہا ہے۔ جنہوں نے مرشدآباد کی سرزمین کو فارسی واردوشعروادب سے سرسبزوشاداب کیا۔ درحقیقت ماضی میں مرشدآباد کو بنگال، اڑیسہ اور بہار کی دارالحکومت کے شرف حاصل ہونے کی وجہ سے یہ شہر روزاول سے ہی بیرونی ادبا وشعرا کا مسکن رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ شہر کاروباری، صنعت کاروں، فن کاروں، دست کاروں اور قلم کاروں کیلیہمیشہ سے اہم رہا ہے۔ دارالحکومت ہونے کی وجہ سے اس شہر کی روایت رہی ہے کہ روزاول سے ہی اس شہر نے بیرون ملک یا شہر سے آئے باکمال شعرا وادبا اورفن کاروں کوخوش آمدید کہا ہے۔ بیرون ملک یا شہر سے آئے فنکاروشعرااوادبا حضرات بھی اس شہر کی ترقی میں پیش پیش رہے۔ فن تعمیر، ادبی وثقافتی معاملات، مذہبی اور شرعی امور میں ان لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج شہر مرشدآباد اردوشعروادب کے اہم مراکز میں سے ایک ہے۔

مرشدآباد نوابین کا شہر رہا ہیاورنوابین مرشدآباد نہ صرف شعروداب کیا علی ذوق اورقادرالکلام شاعرہی نہ تھیبلکہ عالموں، شاعروں اور ادیبوں کیقدردان بھی تھے۔ نوابین کے دربار میں شعروسخن کی محفلیں سجا کرتی تھیں اور ان مشاعروں میں مقامی اورغیر مقامی شعرا شریک ہوا کرتے تھے۔ نوابین شہر اپنے دربار کے بہت سیبا کمال ادبا و شعرا کوان کی اہلیت وصلاحیت کے مطابق انعامات وخطابات سے بھی نواز اکرتیتھے۔ ایک طویل عرصے تک مرشدآباد میں شعروشاعری کا ایک خوشگوار ماحول رہا، لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا جب نواب نجم الدولہ اورنواب سیف الدولہ کے عہد میں ایک ایسی وبا پھیلی کہ عوام کے ساتھ ساتھ بہت سیشعرا بھی مرشدآباد کو خیر باد کہا۔ اس کے بعد جب ماحول سازگار ہوا تو مرشدآباد دوبارہ آباد ہوااور شعروسخن کی محلفیں پھر سجنے لگیں۔ لیکن یہ ماحول زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہا اور تقسیم ملک کے وقت پھر ماحول ناسازگار ہوااور ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ ہندوستان دو حصوں میں منقسم ہوگیا اور اسی افراتفری کے عالم میں لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرت کرنے لگے۔ بہت سیلوگوں نے مرشدآباد کو خیر باد کہا جن میں امراورؤسا کے علاوہ اردو کے مشہورومعروف ادبا و شعرا بھی تھے۔ کئی نامور اور اہم شعرا مرشدآباد کو خیر باد کہ کے ملک پاکستان کو اپنا مسکن بنایا یہ بٹوارہ مرشدآباد پر بڑا گراں گزرا جس کی داستان اتنی لمبی ہے کہ یہاں اس کا دسواں حصہ بھی بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے پاکستان کے وجود میں انے کی وجہ سے اردو زبان بولنے والے مسلمان اور بے شمار اہل فن نے مسلم ملک پاکستان کو ترجیح دی- بس مختصر یہ ہے کہ لگ بھگ 90 فیصد صاحبان فن نے ترک وطن کیا جن میں زیادہ ترشعرااورادبا نے پاکستان یا مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) ہجرت کرلی اور کچھ نے دلی یالکھنو کارخ کیا- مرشد اباد ادبی ہستیوں سے خالی ہوگیا -اس کا ادبی فلک تاریک ہوگیا- مرشدآباد کے پھلے پھولے چمن میں ویرانی چھا گئی- نہ وہ شعرا رہے نہ ان کی محفلیں -اردو بولنے والوں کی کثیر تعداد جن میں زیادہ ترتعلیم یافتہ افراد تھے ہجرت کر گئے -اردوزبان کا شاداب درخت ہمیشہ کے لیے پت جھڑ کے حوالے ہوگیا۔

تقسیم ہند کے بعد شعروشاعری کے موضوعات میں تبدیلی آئی، چونکہ اب پہلے جیسا نہ ہی ماحول تھا اور نہ ہی دولت کی فراوانی تھی۔ لہذا شعرا کے مزاج میں تقسیم کیاحول کا گہرا اثر پڑااور شعروشاعری کے موضوعات میں بہت تیزی کے ساتھ تبدیلی آئی۔ تقسیم ہند سے قبل شعرا امرا ورؤسا اور بادشاہوں ونوابوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ان کی تعریف میں زمین آسمان ایک کردیتے تھے، لیکن اب بدلے ماحول کے ساتھ اردو شاعری کے اسالیب اورموضوعات میں بھی تبدیلی آنی شروع ہوگئی۔ تقسیم ہند کی وجہ سے پیداہونے والے مسائل جیسے شہر کا اجڑنا، ہجرت، بے روزگاری کے مسائل، ظلم وزیادتی، بے ثباتی دنیا وغیرہ جیسے موضوعات اس وقت کی شعروشاعری میں جگہ پانے لگے۔ اردوشاعری کی نشونما میں دبستان مرشدآباد کی اہمیت سے کوئی انکارنہیں کرسکتا، اس دبستان کی ترقی کے لیے مقامی شعرا کے ساتھ ساتھ باہری شعرا حضرات کی اہمیت سے کسی انکار نہیں۔ ایسے لوگوں سے تاریخ مرشدآباد کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ ایسے لوگوں کی فہرست بہت طویل ہے جن لوگوں نے اس دبستان کی ترقی میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔